تحائف حنفیہ
بر
سوالاتِ وہابیہ

۱۳۸۱ھ

مصنف

اجمل العلماء افضل الفضلاء سلطان المناظرین
حضرت مولانا الحاج محمد اجمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی سنبھل

ناشر
(مولانا حافظ محمد اختصاص الدین اجملی)
ملنے کا پتہ اجملی کتب خانہ دیپا سرائے سنبھل

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

تم علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو!

الحمد للہ یہ روشن رسالہ جو اہلحدیث کے گیارہ ہزار روپیہ انعامی سوالات کے جوابات میں احادیث صحیحہ پیش کر کے مکمل جوابات دیکر حق کو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت کر دیا گیا۔ یہ دعوی ہے کہ کوئی منصف مزاج غیر مقلد اسے دیکھ کر غیر مقلد نہیں رہ سکتا اور پھر ان مسائل کو جہل کر پیش نہیں کر سکے گا۔

اس کا تاریخی نام

تحائفِ حنفیہ
بر
سوالاتِ وہابیہ

۱۳۸۱ھ

از تصنیف لطیف

شیخ الاسلام والمسلمین امام العلماء عظیمین سلطان المناظرین صدر المدرسین فخر المفتیین
حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اجمل صاحب سنی حنفی رضوی نعیمی مفتی اعظم سنبھل قدس سرہ

ناشر:-
مولانا حافظ محمد اختصاص الدین اجملی خلف اصغر حضرت مصنف علیہ الرحمہ
ناظم اعلیٰ و متولی مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل

چوتھا ایڈیشن
قیمت :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الذی ھدانا الی الصراط المستقیم والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلق سید المرسلین الذی ارسلہ رحمۃ للعلمین خاتم النبیین فھو یوم القیمۃ شفیع الامم والاولیاء والمذنبین وعلی اٰلہ وصحبہ الطاھرین الذین ھم ائمۃ الدین وعلی الفقہاء والمجتھدین علی سائر المقلدین المھدیین الذین ھم علی طریق المسلمین وعلینا معھم وبھم الی یوم الدین اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین ۔ اٰمین ۔

اما بعد! فقیر محمد اجمل عرض کرتا ہے کہ یہ بڑے فتنہ وفساد کا زمانہ ہے گمراہی ضلالت کا دور ہے۔ ہر جاہل وکم علم نے ایک نیا مذہب ایجاد کر رکھا ہے اور سلف صالحین پر لعن طعن شروع کر دیا ہے۔ انھیں میں سے ایک فرقہ غیر مقلدین ہے جو نہایت سخت بے حیا اور بے غیرت ہے۔ بے ادب وبیباک ہے۔ اس کے دعوے تو اس قدر بلند ہیں کہ عامل بالحدیث ہیں اور اپنے متبع بالسنت ہونے کی بنا پر کسی امام ومجتہد کی تقلید کے محتاج نہیں اور پھر وہ اپنے آپ کو صداقت وراست بازی کا پیکر جانتے ہیں لیکن ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور وہ قرآن وحدیث کے دشمن ہیں۔ اور جاہل ملّوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ فقہاء ومجتہدین کی شانوں میں سخت بے ادب گستاخ ہیں اور کذب، مکر، دجل وفریب میں بے مثل ہیں۔ اس قوم کی مجموعی محنتوں کا نتیجہ یہ رسالہ ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ اس رسالے پر

اس قوم کو اسقدر ناز ہے کہ وہ اس کا نام تک تجویز نہ کر سکے۔ اور چونکہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کوئی مقلد اس کا جواب نہ لکھ سکے گا۔ تو سینہ تان کر اسی کو اس کا نام قرار دیتے ہیں۔

انعام گیارہ ہزار لو۔ جو شعبہ تبلیغ جماعت اہل حدیث صدر بازار دہلی ہند کی شائع کردہ ہے۔ اور اس کے کوئی شیخ فاضل اجل عبد الجلیل سامرودی ساکن سامرود پوسٹ پلسانہ ضلع سورت (وایا چلتھان) مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۵۴ء

یہ رسالہ کسی غیر مشہور حکیم محمد حنیف ساکن کھنڈیلہ کے اشتہار کے جواب لکھا گیا ہے۔ کاش ہمارے پاس اگر وہ اشتہار ہوتا تو پھر ہم شرح وبسط کے ساتھ لکھتے۔ اور اس کی تائید میں امکانی سعی کرتے۔ اب اس رسالہ کے عام اعلان اور مطالبہ جواب پر یہ چند سطور تحریر کی جاتی ہیں اور اس قوم کے دروغ وکذب، دجل وفریب، مکر وکید سے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے۔

اگر اس قوم میں اپنے اعلان کے مطابق مکڑی کے جالے برابر بھی صداقت اور سچائی اور قوت وطاقت ہو تو بلا تاخیر گیارہ ہزار کی رقم ادا کرے۔ اگر اس غریب نادار مصنف کے پاس یہ رقم موجود نہ ہو تو اپنی مالدار قوم سے بھیک مانگ کر نہ فقط اپنے آپ کو بلکہ اپنی جماعت اور مذہب کو سچا کر دکھائے اور ایک مرتبہ تو ہندوستان کی فضا میں اس مذہب اہلحدیث کو راست گو ثابت کر دکھائے۔

مگر ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ امید پوری نہ ہوگی۔ اور اس قوم میں اتنی حیا و غیرت پیدا ہونی مشکل ہے اور مصنف میں سچائی اور صداقت کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ جب ان جھوٹوں کے مذہب میں خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے تو جھوٹے مذہب

کے پجاریوں سے صداقت اور سچ کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔ ہندوستان بھر میں اسی قوم کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے انعامی اعلانات کرتے رہتے ہیں اور آج تک کسی کو ایک پیسہ تک دیا نہیں ہے بلکہ نہ آئندہ ان کو کوئی پیسہ دینا تو درکنار بلکہ کسی مقلد حنفی کے مقابلہ میں آنے کی ہمت بھی نہ ہوگی۔

لہٰذا ہمیں نہ ان کے انعام کی طمع میں بلکہ بعض عوام جو ان کے کذب و فریب کا شکار ہو جاتے ہیں ان کی تسکین خاطر کے لیے اور ان ناواقف اہل حدیث کے لیے جو ان کے دعووں کو صحیح سمجھتے ہیں ان کی رہنمائی کے لیے یہ ان کے گیارہ ہزار انعامی سوالات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔ اور ان کی بے تُکی و کمزور دلائل کی حقیقت کا اظہار مقصود ہے۔ اسی امید پر ہم یہ چند سطور سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ ہر ذی عقل ان کے کذب و فریب پر مطلع ہو کر ان کے جھوٹے مذہب سے بچے اور ممکن ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کسی مخالف کو توبہ کی توفیق دے اور انعامی رقم دینے کی کسی میں ہمت پیدا کر دے۔

رسالہ کا آغاز عجیب ہے۔ نہایت مکر و فریب پر مبنی ہے۔ ہم اسکے لغویات اور غیر ضروری امور کو نظر انداز کرتے ہوئے پہلے اسکے مایۂ ناز دلائل کی حقیقت آشکارا کر دیں۔ ناظرین بغور ملاحظہ کریں۔

اہلحدیث کی پہلی حدیث یوں تو ساری قوم کو اس حدیث پر ناز ہے۔ مصنف نے بھی اپنے دلائل میں سب سے پہلے اسی حدیث کو پیش کیا ہے۔ تو اس مایۂ ناز حدیث کو دیکھئے۔

من صلے خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب (از طبرانی)

یعنی جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کو چاہیے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے۔

جواب اقول اولاً۔ مصنف یہ حدیث صحاح ستہ کے موجود ہوتے ہوئے طبرانی سے کیوں نقل کر کے لایا۔ باوجودیکہ حدیث عبادہ صحاح کی ہر کتاب میں موجود ہے تو یہ مصنف کی خود غرضی نہیں ہے اور اور کیا ہے۔ بلکہ اس سے اس کے صحاح ستہ پر عمل کرنے کے دعوے کا جھوٹا اور غلط و باطل ہونا قرار دینا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

ثانیاً۔ مصنف نے اس حدیث کو بغیر اسناد کے لکھا تاکہ حدیث کے کسی راوی پر جرح نہ ہو سکے اور ظاہر ہے کہ طبرانی ہر جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی۔ غالباً مصنف کے پاس بھی نہیں ہے۔ ورنہ اس کے صفحہ اور مطبع کا پتہ لکھتا۔ تو یہ مصنف کی بددیانتی اور خود غرضی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

ثالثاً۔ جب یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت صحاح ستہ میں باتفاق الفاظ مروی ہے تو صحاح کو قصداً چھوڑنا اور طبرانی جیسی کتاب سے نقل کر دینا مصنف کی نفسانیت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور صحاح ستہ کو ماننے کی یہ حقیقت ہے۔ مصنف اپنے اس انداز سے اپنی اندھی قوم کو فریب دے رہا ہے۔ اور وہ اس کو مان کر اور احادیث کے انکار پر تیار ہو گئے ہیں۔ یہ ہے مذہب غیر مقلدیت کی ننگی تصویر جس کو کوئی ذی عقل تو باور کر نہیں سکتا۔

رابعاً۔ جب صحاح ستہ کی روایات میں خلف الامام کے الفاظ نہیں ہیں تو طبرانی نے ان کے مقابلہ میں یہ زیادتی کس اعتماد و قوت پر روایت کی۔ مصنف اسکی کوئی صحیح توجیہ پیش کرے کہ وہ اس روایت سے استدلال کر رہا ہے۔

خامساً۔ فصحاء کے کلام میں زیادتی افادہ سے خالی نہیں ہوتی۔ مصنف بتلائے کہ اس زیادتی کا کیا فائدہ ہے۔

سادساً ۔ کیا یہ حدیث طبرانی نصِ قرآنی اور احادیث صحاح کو منسوخ کر سکتی ہے یا نہیں ؟

سابعاً ۔ اگر منسوخ کر سکتی ہے تو مصنف معتبر دلیل سے ثابت کرے ۔

ثامناً ۔ قرأۃ فاتحہ کی فرضیت کیا امام کے پیچھے مقتدیوں ہی پر ہے ۔ امام اور منفردوں پر نہیں ۔ مصنف اگر اپنے آپ کو محدث کہتا ہے تو اپنے اس عقدہ کو حل کرے ورنہ حدیث سے استدلال کرنے کا ارادہ ترک کرے ۔

تاسعاً ۔ کیا فرضیت فاتحہ صرف اسی حدیث سے ثابت ہے اور حدیث بھی ایسی جسکو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب نے روایت نہیں کیا ۔

عاشراً ۔ جب یہ حدیث طبرانی نصِ قرآنی اور احادیث صحاح کو منسوخ نہیں کر سکتی تو مصنف نے اس حدیث کو کیا درجہ دیکر دلیل بنایا ۔ اور ساری قوم کو اس پر کیوں فخر و ناز ہے ؟

مصنّف کی دوسری حدیث

جو رسالہ کے صفحہ ۳ ، صفحہ ۴ پر ہے وہ یہ ہے ۔

لَاصَلٰوۃَ لِمَن لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ خَلْفَ الْاِمَامِ (رواہ امام بیہقی فی کتاب القرآن ص۴۷)

ترجمہ ۔ امام کے پیچھے جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ۔

جواب اولاً ۔ یہ حدیث عبادہ صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں بھی مروی ہے تو مصنف نے ان صحاح کو قصداً چھوڑ کر امام بیہقی کے کسی رسالے سے کیوں نقل کیا انکی سنن کبریٰ سے کیوں نقل نہیں کیا ۔ یہ مصنف کی خود غرضی نہیں ہے تو اور کیا ہے ۔ مصنف

بتائے کیا اسی فریب کا نام عامل بالحدیث اور اہلِ حدیث ہوتا ہے ۔ کیا امام بیہقی کا یہ رسالہ ان کی سنن کبریٰ سے زیادہ معتبر و معتمد ہے ؟ ۔

ثانیاً ۔ مصنف اگر حدیث کو سمجھتا ہے تو بتائے لاصلوٰۃ سے نفی حقیقت کی ہے یا صفت کی ، صحت کی ہے یا فضیلت کی ۔

ثالثاً ۔ مصنف یہ بھی بتائے کہ اگر فرضیت قرأۃ فاتحہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے ثابت ہو گئی تھی تو پھر خلف الامام کس فائدہ کے لئے آیا ۔ آیا یہ مطلب ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز تو بغیر فاتحہ پڑھے نہ ہوگی مگر خود امام کی اور منفردوں کی نمازیں بغیر فاتحہ کے ہی ہو جاتی ہیں ۔

رابعاً ۔ مصنف اپنی پیشکردہ حدیث کا مطلب تو بتائے آیا یہ کہ جس نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی صرف وہی نماز ناجائز ہے تو اس میں کس چیز کی نفی ہے اور دلیل خصوصی کیا ہے ؟

خامساً ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے کبھی امام کے پیچھے فاتحہ ترک کر دی ۔ تو اس کی عمر بھر کی کوئی نماز ہی صحیح نہیں سب باطل ہو گئیں ۔ عمل ہی حبط ہو گئے ۔ اس مطلب کا دنیا میں کون قائل ہے ۔ اور وہ صحابہ کرام جنھوں نے امام کے پیچھے قرأۃ نہیں کی ان کی عمر بھر کی نمازیں کیا ہوئیں اور کیا پچھلی نمازیں جو تمام شرائط و آداب کے ساتھ ہوئیں انکی صحت موقوف تھی ۔

سادساً ۔ فرضیت قرأۃ خلف الامام میں یہ حدیث مطلق ہے یا مقید ۔ عام ہے یا خاص ۔ اگر مقید یا خاص ہے تو دلیل تقیید و تخصیص کیا ہے ؟

سابعاً ۔ کیا اس حدیث کی صحت محض بیہقی کی تفہیم سے بطور تقلید شخصی کافی ہے

یا اس کی صحت کی کوئی اور دلیل ہے۔ اگر ہے تو کیا ہے؟

ثامنًا۔ مصنف کی یہ حدیث مجروح ہے کہ اسی بیہقی کے سنن کبریٰ میں یہ حدیث بھی مروی ہے۔

حدیث: عن زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلوٰۃ

(از بیہقی سنن کبریٰ صفہ ۱۶۳ جلد ۲)

ترجمہ۔ حضرت زید ابن ثابت سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قراۃ کی تو نماز نہیں۔

مصنف اگر بیہقی کی رعایت کو معتبر مانتا ہے تو اس کی اس روایت کو بھی معتبر مانے اور اپنے مذہب سے توبہ کرے۔

تاسعًا۔ امام بیہقی نے اسی سنن کبریٰ میں ایک یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من صلے خلف الامام فان قراۃ الامام لہٗ قراۃ۔ (از بیہقی صفہ ۱۵۹ جلد ۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بیشک امام کا قراۃ کرنا اس مقتدی کا قرأت کرنا ہے۔

تو مصنف اگر امام بیہقی کی اس حدیث پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے باطل مذہب سے توبہ کرے اور اپنے مقلد حنفی ہونے کا اعلان کرے۔ لیکن مصنف اگر فی الواقع اہلحدیث ہوتا تو اس حدیث کے بعد توبہ کر لیتا مگر اسکو توبہ کی توفیق نہ ہوگی۔

عاشرًا۔ انھیں امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن کبریٰ میں یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فان قراۃ الامام لہ قراۃ (از بیہقی صفہ ۱۶۰ جلد ۲)

حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو بیشک امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

تو یہ مصنف اگر بیہقی اور حدیث کو مانتا ہے تو اپنی غیر مقلدیت سے توبہ کرے اور حنفی ہونے کا اعلان کرے ورنہ اپنے دشمن حدیث و مخالف بیہقی ہونے کو شائع کرے اور اپنی پیش کردہ حدیث اور ان احادیث میں توفیق بیان کرے۔

مصنّف کی تیسری حدیث

مصنف نے اپنے اثبات دعویٰ میں یہ تیسری حدیث پیش کی جو رسالہ کے صفہ ۲ پر ہے۔

لعلکم تقرؤن خلف امامکم لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب۔

شاید کہ تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو تو سوائے فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھو۔

جواب اوّلاً۔ مصنف یہ بتائے کہ جب مقتدی قراۃ امام کے وقت اس حدیث کے حکم سے فاتحہ پڑھیگا تو وہ استماع و انصات ذکر سکے گا۔ تو اس جب حکم قرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کی مخالفت ہوگی یا نہیں۔

ثانیاً۔ جب صحاح ستہ میں سے صحیح مسلم و ابن ماجہ میں یہ حدیث بالفاظ مختلفہ مروی ہے

اذا قرأ الامام فانصتوا

جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو

تو بموجب اس حدیث کے بوقت قراۃ امام فاتحہ پڑھنے میں اس حدیث مسلم و ابن ماجہ کی مخالفت ہوگی یا نہیں۔

ثالثًا۔ مصنف کی پیش کردہ حدیث عند المحدثین حدیث موقوف ہے چنانچہ جوہر النقی حاشیہ بیہقی میں اسکی تصریح موجود ہے تو مصنف بتائے کہ کیا حدیث موقوف اس کے مذہب کی دلیل ہے اور کیا حدیث موقوف حدیث مرفوع کو منسوخ کر سکتی ہے۔

رابعاً۔ جب خود اس حدیث کے راوی ابوداؤد و امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے باوجود اپنے امام کی تقلید پر عمل کرنا مقدم قرار دیا۔ مصنف کا تمام صحاح ستہ کے مقابلہ میں اسکو قابل عمل قرار دینا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

خامساً۔ جب مصنف اس قدر جاہل ہے کہ حدیث مرفوع و موقوف کے امتیاز اور مراتب سے بے خبر ہے تو اس کو حدیث پر عمل کرنے کا کیوں خبط پیدا ہو گیا ہے۔

سادساً۔ جب مصنف حدیث کے اقسام اور مراتب سے جاہل ہے تو عامل بالحدیث ہونے کا اسے سودا کیوں ہو گیا ہے۔

سابعاً۔ اس حدیث سے قرأۃ فاتحہ کی فرضیت آیا بعبارۃ النص ثابت ہے یا باشارۃ النص یا باقتضاء النص۔ اور ان کی کیا کیا تعریف ہے۔

ثامناً۔ حدیث کے الفاظ **الا بفاتحۃ الکتاب** سے استثنا متصل مراد ہے۔ یا منفصل اور جو مراد ہے اس پر کیا دلیل ہے۔

تاسعاً۔ **فانہ لاصلوۃ الحدیث** کس کا بیان ہے آیا مستثنیٰ منہ کا یا مستثنیٰ کا؟؟

عاشراً: **لاتفعلوا**۔ آیا نہی کا صیغہ ہے یا نفی کا۔ اور نہی و نفی میں کیا فرق ہے اور فرضیت فاتحہ کس جملہ سے مستفاد ہے۔ ہر بات دلیل سے ہو۔

ملا علی قاری و مولوی عبدالحی نہ ہمارے امام نہ ہم ان کے مقلد۔ اور یہ خود مقلد امام اعظم ہیں تو مصنف نے ان کا ذکر کیوں کیا۔ یہ اس حدیث کے عامل نہیں۔

مصنف کی چوتھی حدیث

مصنف نے اپنے رسالے کے صفحہ پر یہ حدیث امام بیہقی کے رسالہ

سے نقل کی اور ان کی سنن سے اس کی تفہیم پیش کی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فلا تقرؤا بشیءٍ من القرآن اذا جهرت الامام الا بام القرآن	تم قرآن سے کچھ مت پڑھو۔ جب امام بالجہر پڑھے مگر الحمد شریف۔

(از رسالہ بیہقی صفحہ ۲۴)

جواب اولاً۔ اس مسئلہ میں صحاح کی احادیث موجود ہوتے ہوئے امام بیہقی کے رسالہ سے کسی حدیث کو پیش کر دینا بد دیانتی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ غیر مقلدین جو اپنے ملّوں کی اندھی تقلید کرنے والے ہیں اس مصنف کی حرکت پر کچھ نہ کہیں تو یہ انکی کم علمی و جہالت ہے۔ مگر اہل علم و حدیث کے جاننے والے اس کی غلطی و بے مائیگی کو خوب پہچان لیں گے۔

ثانیاً۔ جب امام جہر سے قرأت کریگا تو بحکم قرآن مقتدی پر استماع و انصات واجب ہے۔ اس حدیث سے انکے ذمہ پر فاتحہ کو واجب قرار دیدینا کیا حکم خداوندی کا مقابلہ ہے یا نہیں۔ کیا مصنف کے نزدیک کتاب اللہ و حدیث میں مقابلہ بھی ایسا مقابلہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

ثالثاً۔ کیا حدیث خبر واحد کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اگر کر سکتی ہے تو دلیل پیش کرے ورنہ وہ حنفی ہونے کا اعلان کرے۔

رابعاً۔ یہ حدیث وجوب فاتحہ کے لئے اگر نص ہے تو جہری نمازوں میں ہوگی تو سری نمازوں میں اس سے وجوب فاتحہ کس طرح ثابت ہے۔

خامساً۔ سری نمازوں میں بھی امام قرأۃ کرتا ہے تو بحکم قرآن اسپر انصات واجب تو وجوب فاتحہ وجوب انصات کے منافی ہے یا نہیں۔

سادسًا۔ سری نمازوں میں بموجب حدیث مسلم اذا قرأ الامام فانصتوا کے مقتدی پر انصات واجب ہوا تو اس حدیث سے اس پر وجوب فاتحہ کیسے ثابت ہوگا۔

سابعًا۔ امام طحاوی نے اس حدیث کو موقوف بتایا تو حدیث موقوف حدیث مرفوع کو کیسے منسوخ کر سکتی ہے۔

تاسعًا۔ اس حدیث کے رواۃ میں نافع بن محمود مجہول وغیر معروف راوی ہے تو یہ حدیث مجروح ہوئی یا نہیں۔

عاشرًا۔ غیر مقلدین کے جھوٹے مذہب کی یہ حقیقت ہے کہ وہ اگرچہ اہل حدیث اپنے آپ کو کہتے ہیں اور حدیث موقوف بلکہ مجروح کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔ یہ انکے دلائل کا احوال ہے۔

مصنف کی پانچویں حدیث

یہ حدیث اس کے رسالہ ص ۸ و ص ۹ پر ہے۔ یہ بھی امام بیہقی کے رسالے سے ہے۔

سألت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن القراءة خلف الامام فقال لی اقرأ فقلت وان كنت خلفك فقال وان كنت خلفی فقلت وان قرأت قال وان قرأت (از رسالہ کتاب القراءة ص)

یزید بن شریک نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب سے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سوال کیا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا تو قرأۃ کر پھر میں نے کہا اگرچہ میں آپ کے پیچھے ہوں فرمایا اگرچہ تو میرے پیچھے ہو۔ میں نے کہا اگرچہ آپ قرأۃ کرتے ہوں۔ فرمایا کہ اگرچہ میں قرأت کرتا ہوں۔

جواب اولًا۔ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور شارع علیہ السلام کا قول نہیں تو یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے یا نہیں؟

ثانیًا۔ جب یہ قول صحابی ہے تو قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے معارض ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ثالثًا۔ یہ قول صحابی ہے تو آیۂ کریمہ وصحاح احادیث کے خلاف ہے تو اس کے مقابلہ کیا اس پر عمل ضروری ہے یا نہیں؟

رابعًا۔ اگر اس حدیث کی اسناد جید تھی تو اس کو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب نے کیوں روایت نہیں کیا۔ اسکی وجہ مصنف ظاہر کرے۔

خامسًا۔ جب بحکم قرآن واحادیث مرفوعہ صحیحہ مقتدی پر استماع وانصات واجب ہے تو اس پر وجوب قرأۃ فاتحہ اس جیسی حدیث سے کس طرح ثابت ہوگا؟

سادسًا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ حضرت عمر فاروق کا یہی مذہب ہے۔ تو ان کا مذہب صریح آیت واحادیث صحیحہ کے خلاف ومقابل کیوں ہے؟

سابعًا۔ یہ حدیث مصنف کے نزدیک کس مرتبہ کی حدیث ہے اس سے حکم کتاب اللہ واحادیث صحیحہ منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ثامنًا۔ انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی احادیث میں مروی ہے کہ انھوں نے خاص اسی مسئلہ میں یہ فرمایا۔

لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا (از موطا امام محمد ص۹۹)

جو امام کے پیچھے قرأت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتا۔

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کون قول صحیح ہے اور کون قابل عمل ہے۔

تاسعًا۔ بعض امام بیہقی کی سنن کبریٰ کے حاشیہ پر بعض حضرت عمر فاروق کا یہ قول منقول ہے۔

قال عمر بن الخطاب وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر — حضرت عمر نے فرمایا جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں پتھر ہوتا۔

توجب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ مختلف اقوال مروی ہیں تو کس قول کو قابل عمل سمجھا جائے اور کس کو سند بنایا جائے۔

عاشرًا۔ یہ مصنف اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان مختلف اقوال کی تاریخیں بتائے اور یہ ظاہر کرے کہ کون قول مقدم ہے اور کون مؤخر ہے۔ اور انھوں نے خود کس پر عمل کیا۔ پھر مصنف کی عیاری ملاحظہ ہو کہ ادھر تو وہ ہم سے حدیث مرفوع طلب کرتا ہے اور قول حدیث کا مطالبہ کرتا ہے۔ حدیث فعلی کو نہیں مانتا۔ اور خود حدیث موقوف بلکہ مجروح سے استدلال کر رہا ہے۔ یہ ہے اس کی بے ایمانی و بد دیانتی کا مظاہرہ اس کمزور حقیقت پر اس کا عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ اس کی اندھی اور جاہل قوم غیر مقلدین قدر کرے تو کرے لیکن جو حقیقۃً اہل حدیث ہیں وہ اس کی بات اور اسکے ایسے غلط استدلالات کو پتھر سے ماریں گے اور اسکو نااہل اور دشمن حدیث قرار دیں گے۔

مصنف کے وہ انعامی سوالات اور ان کے تحقیقی جوابات ملاحظہ ہوں

مصنف نے اپنے سوالات میں اگرچہ نہایت عیاری و فریب کاری سے کام لیا ہے اور پھر بنابر خوف کے ان کو شرائط سے مشروط کیا ہے اور اس کے ساتھ اپنا یہ گندہ عقیدہ

بھی ظاہر کر دیا ہے کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت و دلیل مانتا ہے۔ اور فعل شارع علیہ السلام کو دلیل نہیں مانتا۔ باوجودیکہ فعل نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اہل اسلام کے نزدیک دلیل ہے۔ مصنف نے اس ضمن احادیث فعلیہ کا انکار کر کے نصف شرع کا انکار کر دیا۔ یہ ہے اس کے دعوئے اسلام کی حقیقت کہ فعل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا منکر و مخالف ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ قول و فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر و مخالف ہے۔ ان غیر مقلدین کا مذہب ہی یہ ہے جس کا کہیں دب کر اقرار بھی کر لیتے ہیں۔

بحث مسئلہ قرأت خلف الامام

سوال اول۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہو۔ یا یوں فرمایا ہو کہ تم مقتدی بن کر سورۃ فاتحہ پڑھو گے تو تمہاری نماز نہ ہوگی۔ ایک ہزار نقد انعام لو۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں خاص اس مسئلہ میں آیہ کریمہ نازل فرماتا ہے وہ یہ ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ — اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(سورۃ اعراف پ ۹ رکوع ۲۴)

امام بیہقی اس آیہ کریمہ کا سبب نزول سنن کبریٰ میں اس طرح نقل فرماتے ہیں

عن مجاهد قال كان رسول الله — حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ انھوں نے

صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الصلوۃ فسمع قراءۃ فتی من الانصار فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قراۃ پڑھ رہے تھے تو آپ نے انصار کے ایک نوجوان کی قراۃ سنی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو۔

بیہقی کی اس روایت سے ثابت ہوگیا کہ یہ آیہ کریمہ خاص اسی مسئلہ قراۃ خلف الامام میں نازل ہوئی۔ اور آیہ نے مقتدی کو سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا تو امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو سننا اور چپ رہنا اس آیہ سے صراحۃً ثابت ہوگیا۔ تو اس آیہ نے مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمادیا اور ظاہر ہے کہ جب مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھیگا تو سننا اور چپ رہنا ترک ہوتا ہے۔ اور خدا کے حکم کی نافرمانی اور مخالفت ہوتی ہے اور حدیث سے کلام اللہ کا منسوخ کرنا لازم آتا ہے اور یہ غلط و باطل ہے بلکہ خود حکم حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ دارقطنی و ابن عدی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

حدیث۔ کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی (از جامع صغیر مصری صث ج ۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حدیث و کلام قرآن کو منسوخ نہیں کرتا اور کلام اللہ میرے کلام و حدیث کو منسوخ کردیگا

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ حدیث حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ لہٰذا جب خاص اس مسئلہ میں صریح آیۃ موجود ہے تو اس کے موجود ہوتے ہوئے احادیث کو دلیل بنانا آیۃ پر ایمان لانے کے منافی ہے۔ اور حدیث سے آیۃ کے حکم کو منسوخ کرنا ہے اور ایسا کوئی امام کا اہلحدیث بھی نہ کرسکے گا کہ آیت کے مقابل حدیث پر عمل کرے تو اس مسئلہ

میں آیہ کریمہ کے باوجود کسی حدیث کو کس طرح پیش کیا جائے۔ لیکن غیر مقلدین کی جہالت تمام حجت کے لیے چند احادیث بھی پیش کرتا ہوں۔

حدیث ۱ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ و قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم نے فرمایا۔

یؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین وعن قتادہ من الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا فقال فحدیث ابی ھریرۃ فقال ھو صحیح۔

چاہیے کہ تم میں کا ایک امامت کرے جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور حضرت قتادہ سے یہ اور مروی ہے جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔ امام مسلم نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔

حدیث (۲) ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ امام کو مقتدا بنایا گیا جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چپ رہو۔

حدیث (۳) اذا قرأ الامام فانصتوا

جب امام قرأت کرے تم چپ رہو۔

حدیث (۴) ابن ماجہ میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا (از ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث (۵) جامع ترمذی شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام (از ترمذی ص ۴۲)

جس نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔

حدیث (۶) نسائی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا (از نسائی ص ۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی اقتدا کی جائے جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث (۷) ابن ماجہ شریف میں ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة (از ابن ماجہ باب اذا قرأ الامام فانصتوا ص ۶۱ جلد اول)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

حدیث (۸) امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة (از بیہقی ص ۱۵۹ ج ۲)

حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بیشک امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

حدیث (۹) اسی بیہقی کے سنن کبریٰ میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

انه كان يقول من صلى وراء الامام كفاه قراءة الامام (از بیہقی ص ۹۱ ۱۵)

حضرت ابن عمر فرماتے تھے جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأت کافی ہے۔

حدیث (۱۰) اسی سنن کبریٰ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

من قرأ وراء الامام فلا صلوٰة (از بیہقی ص ۱۶۳ ج ۲)

جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو نماز ہی نہیں۔

اس موضوع پر کثیر احادیث پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہ صرف صحاح سے دس منقول ہوئیں۔ ان میں صاف طور پر فرما دیا گیا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی سنے اور چپ چاپ رہے۔ کہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے۔ مقتدی کا اسوقت سورۃ فاتحہ پڑھنا قرآنی حکم کے خلاف اور ان احادیث کے خلاف ہے اور مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت ہوگئی۔ مصنف ایسا جاہل ہے کہ اپنی پیش کردہ احادیث سے جو موقوف ومجروح احادیث ہیں ان سے حکم قرآنی اور احادیث صحیحہ کو منسوخ کرنا چاہتا ہے کہ یہ ہم نے حدیث پیش کرکے ثابت کردیا کہ حدیث آیت کے حکم کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ تو اہل اسلام کو آیت اور ان احادیث صحاح ستہ پر عمل کرنا چاہیے۔ پھر اس قدر روشن اور صریح حکم کے ہوتے ہوئے بھی اگر مصنف یا کوئی غیر مقلد نہ مانے اور اپنی ضد پہ اڑا رہے تو وہ ختم اللہ علی قلوبہم کا مصداق ہوچکا۔ اور اس میں صداقت اور حق پسندی کا جذبہ مٹ چکا وہ اپنی بے حسی پر جتنا ماتم کرے کم ہے۔ وما علینا الا البلاغ

بحث مسئلہ آمین بالجہر

سوال دوم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو آمین بالجہر سے انتہا کی حالت میں منع فرمایا ہو۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ تم آہستہ آمین کہو ایک ہزار نقد انعام حاصل کرو۔

جواب۔ خاص اس مسئلہ میں میرا ایک رسالہ ہے جسمیں غیر مقلدین کی ہر حدیث پر جرح کی گئی ہے۔ اگر مصنف اس مسئلہ میں کوئی حدیث پیش کرتا تو اس کی جرح الحمد یجاتی مگر چونکہ وہ اپنی کمزوری کو خود بھی جانتا ہے اسی لیے اس نے اس مسئلہ میں کوئی حدیث پیش نہیں کی۔ باوجودیکہ جیسے پہلے مسئلہ اس نے جس طرح اپنی احادیث پیش کی تھیں اسی طرح اس مسئلہ میں بھی پیش کرتا لیکن اس کو اپنے دلائل کی کمزوری کا خود بھی احساس ہے اسی لیے وہ آمین بالجہر کے دلائل پیش نہ کر سکا۔

لہٰذا ہم بھی اس جرح کو پیش نہیں کرتے۔ اگر مصنف نے مسئلہ خلف الامام کی جرح کے جواب کی ہمت کی تو ہم بھی اپنی بقیہ جرح کو پیش کریں گے۔ لہٰذا اس مسئلہ پر اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ آمین یا از قسم دعا ہے یا از قسم ذکر اللہ ہے۔

اگر از قسم دعا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے

قال عطاء آمین دعا۔ — حضرت عطا نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

(از بخاری مصطفائی ص ۱۰۷ ج ۱)

اور قرآن کریم میں دعا کے متعلق وارد ہے

آیت۔ ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ — اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے

(سورۃ اعراف پ ۸ رکوع ۷) — اور آہستہ

تو آیہ کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ دعا آہستہ ہونی چاہیے۔ دعا کے لیے جہر نہیں ہے۔ اور اگر آمین از قسم ذکر اللہ ہے تو قرآن کریم میں ذکر اللہ کے متعلق وارد ہے۔

آیت۔ اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیہ دون الجہر من القول — اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر کر بے آواز نکالے زبان سے۔

(سورۃ اعراف ع ۱۲)

بالجملہ آمین سے جو بھی مراد لی جائے تو قرآن کریم اس کو آہستہ آواز کہنے کا حکم فرماتا ہے۔ لہٰذا کتاب اللہ نے آمین کو آہستہ و بے آواز کہنا بتایا تو آمین کے بالجہر کہنے کی ممانعت کلام الٰہی سے ثابت ہوئی۔ تو قرآن کی ایسی صریح دلیل کے موجود ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ مگر ہم اتمام حجت کے لیے چند صحاح احادیث بھی پیش کرتے ہیں۔

حدیث (۱) عن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بھا صوتہ — حضرت وائل سے مروی۔ وہ اپنے والد سے راوی کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو پڑھا اور پھر آمین کہا اور اس کے ساتھ اپنی آواز پست کی۔

(از ترمذی ماجاء فی التامین ص ۳۴)

حدیث (۲) عن علقمۃ یحدث عن وائل انہ صلے مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال قرأ — حضرت علقمہ سے مروی وہ حضرت وائل سے راوی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور نے غیر المغضوب

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین خفض بہا صوتہ۔ | علیہم ولا الضالین کو پڑھا پھر فرمایا آمین اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کیا۔

(از بیہقی صـ۵۸ ج ۲)

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر نہیں فرمائی بلکہ آہستہ کہی۔ صحابہ کرام کا عمل اسی پر رہا کہ وہ آمین آہستہ کہتے۔ چنانچہ خلفاء راشدین کا عمل مروی ہے۔

حدیث (۳) ان عمر و علیا لم یکونا یجہران بآمین (از طبرانی) | بیشک حضرت عمر و حضرت علی آمین بالجہر نہیں کہتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ خیر القرون میں بھی آمین بالجہر نہیں کہی جاتی تھی۔ اور صحابہ سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔ تو جب شارع علیہ السلام و خلفاء راشدین کے نقل سے آمین بالجہر ثابت نہیں ہوئی تو آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوا تو گویا آمین آہستہ کہنے کا حکم ثابت ہوا۔ اور آمین بالجہر کی مخالفت ثابت ہوئی۔

مسئلہ رفع یدین

سوال سوم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین مت کیا کرو۔ یا اب ہم نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔ اسکے ثبوت میں نقد انعام لو۔

جواب۔ اہل سنت احناف شروع نماز میں بوقت تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کو سنت کہتے ہیں اور رکوع سے پہلے یا بعد رفع یدین کا حکم نہیں دیتے۔ دلائل یہ ہیں:

حدیث (۱) عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ (از ابو داؤد شریف صـ۱۱۶ مجتبائی فی باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع) | حضرت علقمہ سے مروی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھا دوں۔ راوی نے کہا انھوں نے نماز پڑھائی۔ اور رفع یدین صرف ایک بار کیا۔

حدیث (۲) عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود (از ابو داؤد شریف باب مذکور صـ۱۱۶ جلد ۱) | حضرت براء سے مروی کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر ایسا دوبارہ نہ کرتے۔

حدیث (۳) عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین افتتح الصلوٰۃ ثم لم یرفعہما حتی انصرف (از ابو داؤد شریف صـ۱۱۶) | حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث (۴) عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت علقمہ سے مروی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی نماز نہ پڑھا دوں

فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن (از ترمذی شریف ص۳۵ باب رفع الیدین عند الرکوع)

پھر انھوں نے نماز شروع کی اور اپنے ہاتھ پہلی بار کے سوا کہیں نہیں اٹھائے۔ یعنی رفع یدین صرف ابتدا میں کیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حدیث (۵) عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اخبرکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال فقام فرفع یدیه اول مرۃ ثم لم یعد (از نسائی شریف ص۱۰۲)

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے راوی انھوں نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے خبردار کروں؟ راوی نے کہا تو انھوں نے قیام کیا اور رفع یدین پہلی بار کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا۔

حدیث (۶) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنه قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیه وسلم وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوۃ (از بیہقی ص۷۹ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو کسی نے شروع نماز کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث (۷) عن علی رضی اللہ عنه انه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوۃ ثم لا یرفع فی شیء منها (از بیہقی ص۸۰ ج ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ وہ نماز میں رفع یدین تکبیر اولیٰ میں کرتے پھر نماز میں کہیں اور نہ کرتے۔

بالجملہ ان احادیث نے مسلمات کر دیا کہ رفع یدین نماز میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہے پھر نماز میں رفع یدین کہیں اور نہیں۔ لہٰذا رکوع کے قبل یا بعد رفع یدین کرنا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے و فعل خلفاء راشدین سے ثابت نہیں تو رفع یدین کا ثبوت صرف بوقت تکبیر اولیٰ کے ہے۔ رکوع سے قبل و بعد کا نہیں۔ اب مصنف کا اسکے خلاف کرنا اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنا ہے تو احناف کا مذہب احادیث کے موافق ہے اور مذہب غیر مقلدین ان کے مخالف ہے۔ تعجب ہے کہ غیر مقلدین مدعی اہلحدیث ہو کر اسقدر احادیث کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔

مسئلہ زیرِ ناف ہاتھوں کا رکھنا

سوال چہارم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ پر ہاتھ باندھنے سے منع فرمایا ہو۔ آپ نے ناف کے تلے باندھنے کا حکم صادر فرمایا ہو۔ ایک ہزار نقد انعام وصول کرو۔

جواب۔ احناف مردوں کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو منع کرتے ہیں اور زیر ناف ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں اس کے دلائل یہ ہیں:

حدیث (۱) ان علیا رضی اللہ عنه قال السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ (از ابو داؤد مصری باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ ص۲۰۱ جلد ۱)

بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر زیر ناف رکھنا سنت ہے۔

حدیث (۲) قال ابوھریرۃ اخذ الاکف علی الاکف فی الصلوۃ تحت السرۃ (از ابوداؤد مصری ص۲۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہاتھوں کا ہاتھوں کو زیر ناف پکڑ کر رکھنا سنت ہے۔

حدیث (۳) عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ (از بیہقی ص۳۱ جلد ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ بیشک نماز میں ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر زیر ناف رکھنا سنت ہے۔

بالجملہ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ دہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھنا سنت ہے اور اخلاق نبوت سے ہے۔ اب اس سے زائد صاف دلائل اور کیا ہو سکتے ہیں۔ اسی بناء پر مذہب حنفی میں زیر ناف ہاتھ رکھے جاتے ہیں لہذا احناف کا عمل تو ان احادیث کے موافق ہے اور غیر مقلدین کا عمل ان احادیث کے خلاف ثابت ہوا۔ تو ان کو اس بنیاد پر اپنے آپ کو اہلحدیث نہیں کہنا چاہیے۔

مسئلہ عدد رکعات تراویح

سوال پنجم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح سے منع کیا فرمایا ہو یا حکم صادر فرمایا ہو کہ تم آٹھ رکعت تراویح مت پڑھو ایکہزار نقد انعام وصول کرو۔

جواب۔ احناف کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں اور دلائل یہ ہیں۔

حدیث (۱) عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر (از بیہقی شریف ص۴۹۶)

ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے ۲۰ رکعات اور وتر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۲) عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ (از بیہقی ص۴۹۶ ج ۲)

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ زمانہ فاروقی میں ماہ رمضان میں صحابہ ۲۰ رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

حدیث (۳) عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ۔ (از بیہقی ص۴۹۶ ج۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ وہ قاریوں کو بلا کر رمضان میں ایک کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز پڑھائے۔

حدیث (۴) عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین ویوترون بثلاث (از بیہقی ص۴۹۲ ج۲)

یزید بن رومان سے مروی کہ لوگ زمانہ فاروقی میں رمضان میں ۲۳ رکعات نماز پڑھتے ان روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ ۲۰ رکعت تراویح کی تھیں اور تین رکعات وتر کی پڑھتے۔

بالجملہ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں حضرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا۔ اس کے بعد امت کا اسی بیس رکعات

پراجماع ہوگیا۔ اور جن روایات میں ۸ رکعات وارد ہیں وہ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کی ہیں جو رمضان کے ساتھ خاص نہیں انہیں غیر مقلدین کا تراویح سمجھنا ان کی حدیث سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ کہ احادیث میں تراویح کو قیام رمضان سے تعبیر کیا گیا ہے اور تہجد کو قیام اللیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تو ۸ رکعات تہجد کی ہیں یہ تراویح کی نہیں ہیں کہ تراویح کی تو ۲۰ رکعات ہی ہیں۔ مصنف اور کوئی غیر مقلد لفظ تراویح کے معنے حقیقت سے ناواقف ہیں اگر جانتے تو ۸ رکعات کو تراویح نہ کہتے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے اور جمع میں کم از کم تین مفرد ہونے چاہئیں تو تین ترویحوں کی بارہ رکعات ہونی چاہئیں۔ ۸ رکعات میں تین ترویحے نہیں ہوسکتے۔ اسی بناء پر غیر مقلدین کا ۸ رکعات کو تراویح کہنا زبان عربی سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔

علاوہ بریں نماز پنجگانہ کی ضروری رکعات ۲۰ ہوتی ہیں۔ ۱۷ فرض کی اور تین رکعت وتر کی۔ تو شریعت نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے یہ ۲۰ رکعات تراویح مقرر فرمادیں۔ غیر مقلد اپنی ۸ رکعات کی بھی تو کوئی وجہ بتائیں اور ان کا تراویح ہونا ثابت کریں۔ الحاصل ہم نے تراویح کی ۲۰ رکعات کی لغوی وعقلی نقلی وجہ بیان کردی۔ کسی غیر مقلد میں اگر ہمت ہو وہ ۸ رکعات کی ایسی وجہ ذکر کرے۔ اور زمانۂ خلفاء کا عمل دکھائے کہ انہوں نے ۸ رکعات تراویح پڑھی ہیں اور صحابہ کرام تراویح کی ۸ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے

مسئلہ مسح رقبہ

سوال ششم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنفیہ کی طرح گردن کا مسح کرنے کا حکم دیا ہو یا حلقوم

کاٹنے کا حکم فرمایا ہو۔ ایک ہزار نقد انعام وصول کرو۔

جواب۔ احناف کے نزدیک وضو میں گردن کا مسح صرف مستحب ہے اور حلقوم کا بدعت ہے۔

حدیث (۱) عن طلحۃ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح رأسہ مرۃ واحدۃ حتی بلغ القذال وھو اول القفا

(از ابوداؤد ص۱۵)

طلحہ بن مصرف سے مروی وہ اپنے والد سے راوی وہ اپنے دادا سے راوی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سر کا مسح ایک بار کیا۔ یہاں تک کہ گدی یعنی گردن تک پہنچے۔

حدیث (۲) رواہ عبدالوارث عن لیث بن ابی سلیم فقال مسح رأسہ حتی بلغ القذال وھو اول القفا (از بیہقی ص۶۰ جلد ۱)

عبدالوارث نے لیث بن ابو سلیم سے راوی کہ حضور نے سر کا مسح کیا۔ یہاں تک کہ گدی کے پچھلے حصہ یعنی گردن کا مسح کیا۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ وضو میں گردن کا مسح بھی فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جب کانوں کا مسح سر کی وجہ سے ہے کہ وہ سر کا جزء ہیں حدیث شریف میں ہے الاذنان من الراس یعنی کان سر ہی سے ہیں۔ اور گردن تو سر کی اصل اور جڑ ہے۔ تو جب کانوں کا مسح سر کی وجہ سے ہے تو گردن کا مسح سر کی وجہ سے ہونا چاہیئے۔

غیر مقلدین کو ایسے مسائل میں نہ الجھنا چاہیئے۔

مسئلہ ربع سر

سوال ہفتم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھائی سر کے مسح کا حکم دیا ہو۔ یا آپ نے فرمایا ہو کہ تم پورے سر کا مسح نہ کرو۔ ایکہزار نقد انعام وصول کرو۔

جواب۔ احناف صرف چوتھائی سر کا مسح فرض کہتے ہیں اور پورے سر کا مسح سنت کہتے ہیں۔

حدیث (۱) مسلم شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح بناصیتہ (از مشکوٰۃ ص۳۳)

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پیشانی کی مقدار چوتھائی سر پر مسح کیا۔

حدیث (۲) ترمذی شریف میں انہیں مغیرہ سے مروی

انہ مسح علی ناصیتہ (از ترمذی ص۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدار پیشانی پر مسح کیا۔

حدیث (۳) ابوداؤد شریف میں انہیں سے مروی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح ناصیتہ

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور بمقدار پیشانی کے مسح کیا۔

حدیث (۴) نسائی شریف میں انہیں سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح ناصیتہ (از نسائی ص۱۵)

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور بمقدار پیشانی کے مسح کیا۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ جب چوتھائی سر کے مسح پر کفایت کی تو چوتھائی سر کا مسح فرض قرار پایا۔

وتر میں بوقت قنوت رفع یدین کرنا

سوال ہشتم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ وتر میں قنوت کے لیے رفع یدین کیا کرو۔ اور آپ نے نیت توڑ کر ہاتھ پھر باندھنے کا حکم فرمایا ہو۔ ایک ہزار انعام لو۔

جواب۔ احناف کے نزدیک وتر میں رکوع سے پہلے تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث عن محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ ثم اذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ کما کبر عند افتتاح الصلوۃ۔

محمد بن عمرو عطاء سے مروی انہوں نے کہا کہ میں نے ابو حمید ساعدی کو دس اصحاب رسول میں کہتے سنا کہ حضور وتر کی دو رکعات کے بعد کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے جیسا کہ تکبیر تحریمہ کو اٹھاتے تھے۔

(از ابوداؤد مجتبائی ص۱۱۳ جلد اول)

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قنوت سے پہلے تکبیر کہی جاتی ہے اور رفع یدین کیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تیسری رکعت کو وتر بنایا جائے گا تو اسکے شروع میں تکبیر اور رفع یدین ہونا چاہیئے۔ اب مصنف کا اسکو نیت توڑ کر ہاتھ باندھنا کہنا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ غالباً یہ مصنف اپنی اس فہم پر عیدین کی تکبیروں اور

رفع یدین کو بھی یہی کہے گا کہ ہر رکعت میں تین مرتبہ نیت توڑ کر ہاتھ باندھنا ہوا۔ لہٰذا مصنف اپنا آگرہ میں علاج کرائے اور ایسے غلط مذہب سے توبہ کرے۔

رکعت وتر پر قعدہ اور قعدہ میں تشہد

سوال نہم ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی تین رکعتوں میں قعدہ کا حکم فرمایا ہو۔ یا بیچ میں بیٹھ کر تشہد پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ ایک ہزار نقد انعام لو۔

جواب ۔ احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعت کو مغرب کی طرح پڑھنا چاہیئے حدیث میں ہے،

حدیث ۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلث کوتر النہار صلاۃ المغرب (از بیہقی ص۳۱ ج۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی نماز ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر نمازِ مغرب کی طرح ہے کہ پہلا قعدہ دو رکعت کے بعد ہو اور قعدہ اخیرہ تین رکعات کے بعد ہو۔ اور ہر قعدہ میں تشہد کا پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے۔

حدیث ۔ مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ سے مروی ہے:

فاذا قعد احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للہ الخ

جب نماز میں تمہارا کوئی بیٹھے تو اسے چاہیئے کہ تشہد پڑھے۔

(از مسلم شریف ص۱۷۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر قعدہ میں تشہد پڑھا جائے تو وتر میں دو قعدے اور ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا ثابت ہوا۔ (جو حنفی مذہب کا طریقہ ہے) یہی احادیث سے ثابت ہے بلکہ حنفی مذہب کا ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے۔ غیر مقلد اگر اس کے خلاف کرتے ہیں تو حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ عددِ تکبیراتِ عیدین

سوال دہم ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ تکبیریں عیدین میں کہنے سے منع کیا ہو یا فرمایا ہو کہ تم عیدین کی نماز بارہ تکبیروں سے مت پڑھو۔ ایک ہزار نقد انعام حاصل کرو۔

جواب ۔ احناف کے نزدیک نماز عیدین میں ۹ تکبیریں ہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں مع تکبیر تحریمہ کے اور چار دوسری رکعت میں مع تکبیر رکوع کے۔ ان کے دلائل احادیث سے یہ ہیں

حدیث ۔ عن ابن مسعود انہ قال فی التکبیر فی العید تسع تکبیرات فی الرکعۃ الاولیٰ خمس تکبیرات قبل القراءۃ وفی الرکعۃ الثانیۃ یبدأ بالقراءۃ ثم یکبر اربعا مع تکبیرۃ الرکوع (از ترمذی ص۱۰۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا کہ عید کی تکبیریں ۹ ہیں پہلی رکعت میں ۵ تکبیریں قراءۃ سے پہلے اور دوسری قرأت کو شروع کرے پھر چار تکبیریں مع تکبیر رکوع کے کہے۔

حدیث ۔ بیہقی میں ہے:

عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود قال التکبیرات فی العیدین خمس فی الاولیٰ واربع فی الثانیۃ (از بیہقی ص۲۹۱ ج۳)

حضرت علقمہ سے مروی وہ ابن مسعود سے راوی انہوں نے کہا کہ تکبیریں عید کی پہلی رکعت میں پانچ ہیں اور دوسری میں چار ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ عیدین میں ۹ تکبیریں ہیں۔ ۵ تکبیریں پہلی رکعت میں مع تکبیر تحریمہ کے اور چار تکبیریں دوسری رکعت میں مع تکبیر رکوع کے۔ لہٰذا مذہب حنفی ان احادیث کے موافق ہیں۔ مصنف اگر بارہ تکبیرات کی حدیث پیش کرے تو اس کی بحث کی جائے گی کہ محدثین نے بارہ تکبیر والی حدیث میں کلام کیا ہے جو بیہقی میں موجود ہے۔

مسئلہ تقلید شخصی

سوال یازدہم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایک امام معین کی تقلید کا حکم صریح وارد ہو تو ثابت کرو۔ ایک ہزار نقد انعام حاصل کرو۔

جواب۔ مطلق تقلید کے دلائل قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

دلائل از آیات

آیت (۱) اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (از سورہ نساء پ ۵ ع ۸)	اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں۔
آیت (۲) فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ نحل پ ۱۴ رکوع ۶)	تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔
آیت (۳) فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (سورۃ توبہ پ ۱۱ رکوع ۱۵)	تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔
آیت (۴) یوم ندعوا کل اناس بامامھم	جس دن ہم جماعت کو اس کے امام کے ساتھ

(سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵ رکوع ۸)	بلائیں گے۔
آیت (۵) ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (سورۂ نساء پ ۵ رکوع ۱۱)	اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اسکی حقیقت جان لیتے۔
آیت (۶) واتبع سبیل من اناب الی (سورۃ لقمٰن پ ۲۱ رکوع ۲)	اور اسکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا
آیت (۷) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم (از سورۂ فاتحہ)	ہم کو سیدھا راستہ چلا اور ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔
آیت (۸) وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس۔ (سورۃ بقرہ پ ۲ رکوع ۱)	اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔
آیت (۹) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ (سورۃ آل عمران پ ۴ رکوع ۱۱)	تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔
آیت (۱۰) ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی (سورۃ نساء پ ۵ رکوع ۱۷)	اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

دلائل از احادیث

حدیث (۱) عن انس اتبعوا العلماء فانھم سرج الدنیا ومصابیح الآخرۃ	حضرت انس سے مروی کہ تم عالموں کا اتباع کرو کہ وہ دنیا کے چراغ اور آخرت کے قندیل ہیں۔

(رواہ فی مسند الفردوس از جامع صغیر ص۱۲ ج۲)

حدیث (۲) عن علی العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثۃ الانبیاء

(رواہ ابن عدی فی الکامل از جامع صغیر ص۶۵ ج۲)

حضرت علی سے مروی کہ علماء زمین کے چراغ ہیں اور نبیوں کے خلیفے اور میرے وارث اور نبیوں کے وارث ہیں۔

حدیث (۳) عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشجہ فی راسہ فاحتلم فسأل اصحابہ ھل تجدون لی رخصۃ فی التیمم قالوا ما نجد لک رخصۃ وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بذلک قال قتلوہ قتلھم اللہ الا سألوہ اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال انما کان یکفیہ ان یتیمم او یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیھا۔ (رواہ ابو داود وابن ماجہ از مشکوۃ ص۵۵ جلد۱)

حضرت جابر سے مروی انھوں نے کہا ہم سفر کے لئے نکلے تو ہم میں سے ایک شخص کے پتھر لگا اور اسکے سر کو زخمی کر دیا پھر اُسے احتلام ہو گیا اس نے صحابہ سے پوچھا کہ تم میرے لئے تیمم کی اجازت دیتے ہو۔ انھوں نے کہا ہم تیرے لیے اجازت نہیں دیتے کہ تو پانی پر قادر ہے تو اس نے غسل کر لیا پھر مر گیا۔ پھر جب نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی حضور نے فرمایا اسکو قتل کر دیا اللہ انھیں قتل کرے جب نہیں جانتے تھے تو دریافت کیوں نہیں کر لیا تھا کہ ناواقف کی شفا سوال کر لینا ہے اسے اتنا کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اسپر مسح کر لیتا۔

حدیث (۴) ابو نعیم حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی۔

العلم خزائن ومفاتحھا السؤال (از جامع صغیر ص۲۶ ج۲)

علم خزانے ہیں اور ان کی تالی سوال ہے۔

حدیث (۵) ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (از مشکوۃ شریف ص۳۰)

بڑے گروہ کا اتباع کرو کہ جو علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں گرا۔

حدیث (۶) امام احمد اپنی مسند میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی

ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ (از مشکوۃ ص۳۱)

بیشک شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جسطرح بکری کا بھیڑیا اکیلی بکری یا گلہ سے علیحدہ چلنے والی بکری اور کنارہ پر چلنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے تم اپنے آپ کو فرقوں سے بچاؤ اور جماعت عام کو لازم کر لو۔

ان آیات واحادیث میں عوام اور غیر مجتہدین کو حکم دیا گیا کہ وہ اجتہاد واستنباط کرنے والے علماء و مجتہدین کی طرف رجوع کریں اور ان سے سوال کر کے دین کے احکام جانیں اور انکا اتباع و پیروی کریں کہ ناواقف عوام کیلئے دین کے جاننے کا یہی طریقہ ہے تو مطلق تقلید پر یہ آیات واحادیث نہایت روشن اور واضح دلائل ہیں تو مطلق سے انکار کرنا گویا ان آیات واحادیث کا انکار کرنا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر ناواقف وجاہل اپنی سمجھ پر اعتماد نہ کرے اور طریق مسلمین اور جماعت اہل اسلام سے جدا ہو کر نیا فرقہ اختیار نہ کرے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و ترمذی وغیرہ محدثین اگرچہ لاکھوں احادیث کے مع اسناد کے حافظ تھے مگر انھوں نے اپنی حدیث دانی اور اپنی عقل وفہم پر اعتماد کر کے ائمہ مجتہدین کے مقابل کوئی فرقہ نہیں بنایا بلکہ مسلمان مقلدین کی جماعت عامہ اور طریق مسلمین

مسلمین میں شامل ہوکر ایک امام کی تقلید کو اختیار کیا آج کے اہلحدیث کو ان اہلحدیث سے کیا نسبت کہ ایک حدیث سے پورے طور پر واقف نہیں اور عامل بالحدیث ہونے کا دعوی اور ائمہ مجتہدین سے مقابلہ کرنے کی جرأت باجملہ مطلق تقلید تو ان آیات واحادیث سے ثابت ہو چکی اور اہل علم جانتے ہیں کہ مطلق کا وجود کسی شخص یا فرد وقید میں متحقق ہوگا تو جب مطلق تقلید کا حکم ہے تو تقلید شخصی ان کے خود ہی ثابت ہوگئی مگر ہم تقلید شخصی کے ثبوت کیلئے بھی ایک مستقل حدیث پیش کئے دیتے ہیں۔

حدیث (۷) ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ وحضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار وتمسکوا بعھد ابن مسعود۔

تم میرے بعد میرے صحابہ سے ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو اور عمار کے طریقے کو راہ راست بناؤ اور عبداللہ ابن مسعود کے عہد کو لازم پکڑو۔

(از جامع صغیر ص ۴۳)

اس حدیث میں صاف طور پر فرمایا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عمار و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرو۔ ان کے طریقہ کو راہ راست بناؤ ابن مسعود کے ساتھ تمسک کرو۔ تو یہ اشخاص ہی تو ہیں جن کے اقتدا اور تمسک کا حکم دیا گیا۔ اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ تو تقلید شخصی کا حکم بھی حدیث سے ثابت ہوگیا اور یہ اہل تواریخ پر ظاہر ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمسک جو مذہب حنفی کو حاصل ہے وہ کسی اور مذہب کو حاصل نہیں۔ تو مذہب حنفی کی حقانیت کے لیے اس سے زیادہ صاف اور روشن ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔

الحاصل تقلید شخصی کو ہم نے حدیث سے ثابت کردیا اور مذہب حنفی کی بنیاد اور تمسک بھی قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دکھادیا۔ اس کے بعد بھی اگر غیر مقلدین نہ مانیں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے اور ضد ہے جس کا نتیجہ دوزخ وجہنم کی سزا ہے۔

اگر غیر مقلدین میں انصاف کا کوئی شائبہ اور تحقیق حق کا ادنیٰ احساس بھی باقی ہے تو وہ مذہب حنفی کو اختیار کریں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو ترک کرکے حنفی ہونے کا اعلان کریں۔

غیر مقلدین کو

آخری تنبیہ وچیلنج!

غیر مقلدین کے یہ گیارہ سوالات وہ ہیں جن پر انھیں بہت ناز وفخر ہے اور انھیں موضوعات پر وہ دن رات مباحثے ومناظرے کیا کرتے ہیں۔ ہم نے ہر سوال کا جواب صحاح احادیث سے دیدیا۔ اگر ان میں حیا وغیرت کا کوئی جز باقی ہے تو اس رسالہ کے دیکھنے کے بعد گیارہ ہزار کا انعام فوراً دیں اور اپنی صداقت کا ثبوت پیش کریں تو لوگ ان کے لیے یہ فیصلہ کرنے کے لئے مجبور ہوجائیں گے کہ اہل حدیث اپنے اعلان میں سچے ثابت ہوئے۔ لیکن میں تو یہی فیصلہ کرنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کے مالداروں کی تجوریاں دین کے لیے اور اپنے اعلان

کی صداقت ثابت کرنے کیلئے خالی نظر آتی ہیں۔

میں پہلے بھی یہ ظاہر کر چکا ہوں کہ میں نے یہ جوابات حصول زر و انعام کی نیت سے نہیں لکھے۔ کاش کہ مصنف یا اور جماعت اہلحدیث ان جوابات کو بغور دیکھ کر انصاف پسندی کی بنا پر اپنے مذہب سے توبہ کرلیں اور حنفی ہونے کا اعلان کردیں تو میری محنت کامیاب ہو جائے گی اور میرا مقصد و غرض پوری ہو جائیگی اور میں آئندہ بھی ان کی ہر بات اور ہر دشواری کے حل کرنے کا وعدہ کرتا ہوں وہ تحریراً یا تقریراً جس طرح چاہیں اپنی تسکین کرسکتے ہیں۔ لیکن وہ انصاف سے ایسا طریقہ اختیار کریں جس میں فی الواقع تحقیق حق مقصود ہو ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ بہر حال وہ جو راستہ اختیار کریں میں حتی الامکان ان کی خواہش پورا کرنے کی سعی کروں گا۔ میں نے جو کچھ عرض کیا اسکی بنیاد یہ ہے کہ مجھے اس جماعت سے اتنا حسن ظن ہے کہ انھیں حق پسندی کے جذبہ میں وہ شاید ایسا کر جائیں تو میں بھی حتی المقدور انکی اعانت کروں ورنہ اس وقت میں حق پسندی کا وصف فنا ہو رہا ہے۔ اگر اس قوم میں اپنی زندگی کا کچھ احساس باقی رہ گیا ہے تو میری امید پوری ہو سکتی ہے۔ ورنہ ان کو بھی ان کے دوسرے بھائی وہابیہ دیوبندیہ کی طرح بے حس سمجھ کر چھوڑ دوں گا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

محمد اجمل حنفی نعیمی رضوی

المفتی فی بلدۃ سنبھل

ملنے کا پتہ :- اجمل المکاتب محمد دیا سرائے چوک سنبھل۔ یوپی۔

مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل

سنہ ۱۳۳۳ھ میں قائم ہوا۔ جس سے ابتک کثیر علماء، حفاظ، مبلغ، مفتی، مناظر خطیب، قراء اور امام پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس ادارہ کی دینی و ملی خدمات قابل فراموش نہیں، بالخصوص اس دور میں ایسے مدارس دینیہ کے حفظ و بقا کی بڑی ضرورت ہے۔ جن کا انحصار محض اہل خیر حضرات کی امداد و اعانت پر ہے۔

لہٰذا اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ زکوٰۃ۔ صدقات فطرہ، چرم قربانی نیز ہر قسم کی اعانت سے اس دار العلوم کو تقویت پہنچا کر ثواب عظیم کے مستحق ہوں اور اپنے حلقۂ اثر میں بھی اہل خیر حضرات کو امداد کی ترغیب دے کر اجر جزیل کے حقدار ہوں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

دعا گو

محمد اختصاص الدین اجملی

ناظم اعلیٰ و متولی مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد

یو۔ پی۔ (انڈیا)

PRICE Rs [redacted]